قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ٥

دین کی نصرت کے لئے اک آسمان پر شور ہے | عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

جلد ۴ | ۲۳ ستمبر ۱۹۱۶ء | شنبہ | مطابق ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ | نمبر ۲۳

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

الحمدللہ حضرت خلیفۃ المسیح بخیریت ہیں۔ اور روزانہ درس قرآن دیتے ہیں ؛

خاندان نبوت میں بفضل خدا خیریت ہے ؛

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا خاندان بخیر و عافیت دارالامان میں واپس آگیا ہے ؛

۲۳ تاریخ کو ہائی سکول اور احمدیہ سکول کھل جائینگے۔ بہت سے طلباء آگئے ہیں ؛

ماسٹر عبدالرحیم صاحب کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے لڑکا عطا کیا ہے۔ حضرت صاحب نے بشیر احمد نام رکھا خدا تعالیٰ مبارک کرے۔ اور والدین کے لئے خوشی کا موجب بنائے ؛

اخبار احمدیہ

مبارک ہو جماعت احمدیہ میں یہ خبر نہایت خوشی اور فرحت سے سنی جائیگی۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے نہایت مخلص اور ممتاز ممبر جناب اختر علی صاحب بھاگلپوری اپنے عہدہ سے ترقی پاکر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہوگئے ہیں۔ آپ اپنے صیغہ کے ایک نہایت قابل اور دیانتدار عہدہ دار ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو یہ عہدہ مبارک کرے اور اس سے بھی اعلیٰ درجہ عطا فرماوے ؛

دہلی میں تبلیغ احمدیت جناب مولوی حکیم خلیل احمد صاحب مبلغ اطلاع دیتے ہیں کہ آج کل چند مولویوں سے سلسلہ گفتگو جاری ہے۔ اکثر طلباء بھی آتے ہیں۔ جنکو ان کے اُستاد سکھا پڑھا کر بھیجتے ہیں۔ مگر جواب سُنکر لاجواب اور پریشان ہو جاتے ہیں۔ ایک طالب علم کو اپنے علم پر بڑا ناز اور غرور تھا۔ مگر تھوڑی ہی دیر کی گفتگو کے بعد لاجواب ہو کر اسقدر گھبرایا۔ کہ پسینہ پسینہ ہو گیا ؛

احمدی احباب کا ہفتہ واری جلسہ جو دلائل کی مشق کرنے کے لئے ہوا کرتا ہے۔ جمعہ کی شب کو پھر ہوا۔ ماسٹر محمد حسن صاحب (آسان) نے وفات مسیح پر اچھی تقریر کی۔ گذشتہ ہفتہ میں جناب مرزا محمد شفیع صاحب نے تقریر کی تھی۔ آیندہ ہفتہ کا مضمون یہ رکھا گیا ہے کہ "مردے لوٹ کر اس دنیا میں نہیں آسکتے"۔ تقریر ان شبہات کو مدنظر رکھ کر کی جائیگی۔ جو کہ مخالفین پیش کیا کرتے ہیں ؛

کل سنیچر کے روز فوارہ پر میری تقریر ہوئی حسن الفاروق

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا)

سے وحی والہام کا مضمون چھیڑا ہوا تھا۔ آریہ۔ عیسائی اور مسلمان اپنے اپنے رنگ میں اس مضمون پر تقریریں کرتے ہیں۔ آریوں کا یہ مضمون تھا۔ کہ وید کے بعد اور کوئی وحی و الہام نہیں۔ خدا کے کلام میں تغیر و تبدل نسخ و منسوخ نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ ابتدا کے زمانہ سے ایک ہی کلام اور کتاب ہونی چاہیئے۔ عیسائی اور غیر احمدی مسلمان اسکے خلاف کہتے تھے۔ لیکن اپنی اپنی جگہ پر یہ لوگ بھی وحی و الہام پر مہر لگاتے تھے۔ کل مجھے بھی اسی مضمون پر بولنے کا موقعہ ملا۔ مینے خوب کھول کھولکر وحی و الہام کی حقیقت اور اسکی ضرورت پر تقریر کی۔ مضمون لمبا اور دلچسپ تھا خاموشی سے لوگ سنتے رہے۔ اور آریہ برابر نوٹ لیتے رہے۔ ؎

تبلیغ کی لگن

بابو محمد امیر صاحب فیروز پوری جو آج کل مصر کے میدان جنگ میں ہیں اطلاع دیتے ہیں۔ کہ یہاں مجھے شہر میں جانے کی فرصت تو نہیں ملتی۔ مگر پھر بھی حتے الوسع شہر میں جاکر تبلیغ حق کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ پچھلے ہفتے حسن اتفاق سے ایک انگریزی دان مل گیا۔ اسکو ٹیچنگز آف اسلام اور چند دیگر انگریزی رسالے دے آیا ہوں۔ ترجمۃ القرآن کا بھی اس سے ذکر کیا تھا۔ جب وہ پہلی کتابیں پڑھ لیگا۔ تو انشاء اللہ ترجمۃ القرآن دیدونگا۔ خدا تعالی کا فضل ہے۔ کہ اس نے احمدی جماعت کے اکثر حصہ میں تبلیغ حق کا وہ جوش پیدا کیا ہے کہ وہ اپنا فرصت کا وقت ضائع نہیں ہونے دیتے۔ الحمد للہ ؎

سفر میں تبلیغ

اخویم بابو عبد الحمید صاحب آڈیٹر تحریر فرماتے ہیں۔ وزیر آباد کے سٹیشن پر ایک پیر صاحب بڑے تن و توش کے بیٹھے ہوئے تھے۔ تین آدمیوں نے سارا بنچ روکا ہوا تھا۔ مگر مینے بھی وہیں جگہ بنالی۔ پیر صاحب اور اس کا ساتھی تو شاید ملتان کے تھے۔ تیسرا آدمی وزیر آباد ہی کا تھا۔ وزیر آبادی مولوی اسلام کی ناگفتہ بہ حالت کو ایک نظم میں بیان کررہا تھا جسمیں اس نے مسلمانوں کو یہودیوں سے مشابہت دی تھی جب وہ اپنی نظم سنا چکا۔ تو مینے پوچھا کیوں جی کیا سب مسلمان یہودی ہیں۔ مسلمان الگ۔ یہودیوں سے انکو کیا نسبت۔ فرمانے لگے۔ تم انگریزی خوانوں کو مسلمانوں کی حالت کا کیا علم۔ اور مذہب سے کیا واسطہ مسلمانوں نے قرآن شریف پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ اور کفار کی تقلید کرنے لگے۔ علماء بگڑ گئے۔ غرضیکہ اسی طرح بہت سی برائیاں بیان کیں۔ میرے سوال و جواب کرنے سے پہلے وہ علماء کی حالت بیان کرتے ہوئے پیر صاحب سے یہ بھی کہہ چکا تھا۔ کہ سنی تو بالکل ہی بگڑ چکے ہیں۔ البتہ وہابی اور مرزائی قرآن پر عمل کرتے ہیں۔ نمازیں بھی پڑھتے ہیں خلاف شرع کام بھی نہیں کرتے۔ مینے کہا کہ جب آپ خود یہ کہتے ہیں۔ اور دوسرے مسلمان بھی یہی کہتے ہیں۔ دوسری طرف ایک شخص دعوے بھی کرتا ہے کہ مسلمانوں کی اصلاح میرے ہی طفیل ہو سکتی ہے۔ تو کیوں نہ ہم کو اسکی پیروی کرنی چاہیئے۔ جبکہ انکے دشمن ترین مولوی بھی اس امر کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ اسکے پیرو قرآن مجید پر عامل ہیں۔ اسپر اس نے مجھے اوپر نیچے سے دیکھا۔ اور کہنے لگا۔ تم شاید کسی کے دھوکے میں آگئے ہو۔ تم کو ضرور کسی نے ورغلایا ہے۔ مینے کہا کہ جو آپنے فرمایا ہے میں تو اسی کی تصدیق کررہا ہوں۔ جب تمام مسلمانوں کی حالت خراب ہو چکی۔ اور صرف مرزائی قرآن شریف پر عمل کرتے ہیں تو پھر کیوں نہ ہم اس فرقہ میں داخل ہو جاویں جس سے ہماری اصلاح ہو۔ پھر وہی کہنے لگا۔ تم کو شاید کسی مرزائی نے دہوکا دیا ہے۔ تم لوگ ان باتوں کو کچھ نہیں سمجھتے۔ کسی عالم سے پوچھو۔ اور اپنی تسلی کرو۔ مینے کہا کہ اس سے اچھا موقعہ مجھے اور کونسا ملیگا کہ آپ اور پیر صاحب یہاں موجود ہیں۔ اور مجھے اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔ آپ بھی عام مسلمانوں کو یہودی کہتے ہیں۔ اور مرزا صاحب بھی انکو یہودی بتاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس کا علاج بھی بتاتے ہیں کہ یہ یہودی مسلمان کسطرح خالص مسلمان بن سکتے ہیں۔ تو پھر ان کا نہ ماننا اپنے آپ کو ضلالت کے گڑھے میں گرانا ہے۔ اور یہودی بننے کو پسند کرنا ہے کہنے لگا مرزا صاحب کا تو دعوٰی ہی جھوٹا ہے۔ مینے کہا پھر سچا کہاں تلاش کریں جتنے نشانات تھے۔ وہ تو سب پورے ہو گئے۔ اور مرزا صاحب کے سوائے اور کسی نے دعوٰی بھی نہیں کیا۔ اور آپکے قول کے مطابق مرزائی قرآن مجید پر عمل بھی کرتے ہیں۔ تو پھر کیوں انکو مانا جاوے۔ کہنے لگا کیا تم پر لیسین تو نہیں۔ مینے کہا نہیں کہنے لگا کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ مینے کہا کہ جس بات کے اظہار سے ڈر لگتا ہے وہ ضرور جھوٹی ہے۔ اپنا اطمینان کر لینے کے بعد اسنے خونی مہدی کے ظہور کا ذکر کیا۔ مینے کہا کہ ضرورت تو اسوقت ہے کہ کوئی شخص آوے۔ اور مسلمانوں کو یہودیت سے بچاوے۔ اور انکو ضلالت کے گڑھے میں نہ گرنے دیوے۔ مگر آپ کسی آئندہ زمانہ کا ذکر کررہے ہیں کہنے لگا کہ میں مولوی نہیں ہوں تم کشمیر جاتے ہو وہاں سید عطاء اللہ شاہ صاحب ہیں۔ ان سے ملکر اپنے شکوک رفع کرلو۔ اور دیکھو کسی کے دھوکہ میں نہ آجانا ؎

غرضیکہ دیر تک اسی طرح باتیں ہوتی رہیں۔ پیر صاحب بھی کبھی کبھی جواب دیتے۔ مگر بے تکا۔ آخر مینے اپنے صندوق میں سے حضرت اقدس کے وہ فارسی اشعار نکالے جو مینے بمعہ ترجمہ علیحدہ قطعہ کی صورت میں چھپوائے تھے۔ جس کا پہلا شعر ہے ؎

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست

اور انگریزی پارہ کا نمونہ جات نکالے۔ اور مولوی صاحب پیر صاحب اور دیگر مسافروں کو تقسیم کیئے۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ مجھے پہلے ہی شک گذرا تھا کہ یہ ضرور مرزائی ہے۔ دوسرا ایک جو پیر صاحب کے ساتھی۔ ہاں جی یہ تو باتوں ہی سے معلوم ہوا تھا انہیں سے ایک مسافر نے وہ قطعہ بغیر پڑھے لپیٹ لیا۔ اور کہنے لگا کہ میں تو اسکو نہیں پڑھتا۔ مینے کہا میں یہ جانتا ہوں کہ یہ زمین (یعنی پلیٹ فارم) پتھریلی ہے۔ اور یہاں کسی قسم کے دانہ اگنے کی امید نہیں۔ مگر اس امید سے کہ شاید کوئی پرندہ اس دانہ کو اٹھا کر کسی اچھی زمین میں ڈالدے۔ اور وہاں اگ آوے۔ مینے چند (اشتہار) دانہ یہاں ڈال دیئے ہیں۔ ورنہ دراصل میں انکو کشمیر میں کاشت کرنے کے لیئے لیجا رہا ہوں جہاں کی زمین زرخیز ہے۔ اتنے میں گاڑی آگئی۔ اور سب اپنی اپنی گاڑی میں سوار ہو گئے۔ راولپنڈی سے جس وقت میں ٹانگہ میں سوار ہو کر کشمیر جارہا تھا تو شہر سے تھوڑے فاصلے پر ٹانگہ ایک اور ٹانگہ کی انتظار میں ٹھہر گیا۔ اوہنے سٹر غلام محمد سیالکوٹی سیر کرتا ہوا آ ملا گیا۔ مینے دریافت کیا کہ مخالفت کا زور کیوں ٹھنڈا ہو گیا۔ کہنے لگے کہ مینے ایسے جھگڑوں کو چھوڑ دیا ہے۔ مینے کہا کہ اس مخالفت کا آخری نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ انسان اسلام کو چھوڑ دے۔ اور مرزا صاحب سے بالکل قطع تعلق

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دار الامان مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۶ء

امن کا شہزادہ
اور
پنڈت دیانند صاحب
نمبر اوّل

اگر صفحۂ دنیا پر تعصب اور ضد کا ناپاک مادہ نہ ہوتا۔ اگر بردۂ عالم پر کینہ اور بغض کے جراثیم نہ ہوتے۔ اگر منصۂ عالم پر نادانی اور جہالت کے اجرام نہ پائے جاتے۔ تو نہ صرف اس زمانہ میں بلکہ پہلے بھی کبھی دل دہلا دینے والے منظر اور بےکسی پیدا کر دینے والے واقعات دکھائی نہ دیتے لیکن افسوس اور رنج کے ساتھ اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ جسطرح یہ اجرام ازمنہ ماضیہ میں اہل دنیا کی ہلاکت اور تباہی کا موجب ہوتے رہے ہیں۔ اسی طرح نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس زمانہ میں ہلاکت آفرین ثابت ہو رہے ہیں۔ اسکی وجہ کیا ہے۔ یہی کہ چونکہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ایک عظیم الشان "امن کا شہزادہ" مبعوث فرمانا تھا اسلئے ضروری تھا۔ کہ اس کا مقابلہ کرنے والے بھی اپنی انتہائی طاقت اور قوت کو استعمال کرتے۔ اور جہاں تک ان سے بن پڑتا۔ اسکے اثر کے نفوذ کو روکتے۔ پس جہاں اس زمانہ کے لئے ایک امن کے شہزادہ کا آنا مقدر تھا۔ وہاں یہ بھی ضروری تھا۔ کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے جو اسکی مخالفت کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ کیونکہ اگر اسکی مخالفت کرنیوالا کوئی نہ ہوتا۔ تو پھر دنیا کو اسکی شان اور عظمت کا کسطرح پتہ لگتا۔ اور وہ کس طرح جانتی۔ کہ اس خدائی پہلوان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا ۔

دنیا نے اس امن کے شہزادہ جری اللہ کی مخالفت کی اور ہر رنگ میں کی۔ اور مخالفت کا ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ لیکن ہمیں اپنی جگہ اس بات کا سخت افسوس ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ کہ وہ جو انکے لئے آبحیات لیکر آیا تھا اسکو انہوں نے اپنا دشمن جانی سمجھا۔ اور وہ جو ان کے لئے ابر رحمت بنکر آیا تھا اسے انہوں نے سیل ہلاکت سمجھا۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ وہ جو اس شور و شر اور فتنہ و فساد کے زمانہ میں امن و امان قائم کرنے کے لئے "امن کا شہزادہ" بن کر آیا تھا۔ اسکو ان کی آنکھیں تھیں کہ دیکھتیں انکے کان تھے کہ سنتے۔ لیکن ہائے افسوس باوجود دیکھنے اور سننے کے انکی زبان اور قلم سے وہی نکلا۔ جو نہ نکلنا چاہیئے تھا ۔

اسکے متعلق سوائے اسکے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ تعصب اور ضد کینہ اور حسد نے انکی آنکھوں پر پردہ ڈالدیا ۔

ہمیں اس وقت اس درد کے اظہار اور اس المناک حقیقت کے آشکار کرنے کی کیوں ضرورت پڑی۔ اس کا باعث ایک آریہ اخبار "مسافر آگرہ" ہے۔ جو بجائے اسکے کہ ہمارے ۵۔ اگست کے پرچہ کی تحریر سے شکر گذار ہوتا جسمیں نہایت نیک نیتی سے یہ لکھا گیا تھا کہ :۔

"ہم نہایت خوش ہونگے۔ اگر تمام آریہ صاحبان عموماً اور ممالک متحدہ کے آریہ صاحبان خصوصاً گورنمنٹ کی اس رائے کو مدنظر رکھ کر آیندہ کے لئے اپنی تقریر اور تحریر میں خوش کن تبدیلی پیدا کر لینگے" ۔

الٹا ناراض ہوتا ہے۔ اور بجائے اسکے کہ وہ حقیقت جس کو ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ اپنے الفاظ میں ظاہر کیا تھا یا تو اس کا اقرار کرتا یا ہم سے اس کا ثبوت مانگتا۔ لیکن وہ اسپر پردہ ڈالتا ہوا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض ان الفاظ کو نقل کرتا ہے جو اپنے موقعہ اور محل پر تو عین مطابق اور درست ہیں۔ لیکن اگر انکے سیاق سباق کو حذف کر دیا جائے۔ تو پڑھنے والے کے دل میں غلط فہمی پیدا ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے ۔

اس سے مسافر آگرہ نے یہ دکھانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ کہ وہ برگزیدہ انسان جسے خدا تعالیٰ نے مہذب بنایا تھا اُس نے نامہذب ثابت کر دیا۔ وہ جو تہذیب اور شرافت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اسکی شرافت پر دھبہ لگائے۔ اور وہ جو اخلاق اور اطوار میں بے نظیر تھا۔ اسکے اخلاق کو بدنما دکھائے۔ لیکن اسے یاد رہنا چاہیئے کہ وہ کیا اور اسکی بساط کیا۔ اگر ساری دنیا بھی اسکے خلاف اٹھ کھڑی ہو۔ اور شرافت و تہذیب اور اخلاق کو بالائے طاق رکھ کر آپ کی تمام زندگی کو نہایت گہری اور نکتہ چین نظر سے دیکھنا شروع کر دے تو بھی وہ آپکے اخلاق اور اطوار کی سفید چادر پر ایک نکتہ بھی سیاہی کا ثابت نہیں کر سکتی۔ کیوں؟ اسلئے نہیں کہ آپنے اسی دنیا پر ۶۵ سال زندگی بسر نہیں کی۔ یا اسلئے نہیں کہ آپ کو کبھی دوست و دشمن۔ موافق و مخالف۔ یگانہ و بیگانہ سے واسطہ نہیں پڑا۔ یا اسلئے نہیں کہ آپ کو عزیز و اقارب بیوی اور بچے رشتہ دار اور صاحب قرابت کے تعلقات میں سے گذرنا نہیں پڑا۔ یہ سب کچھ ہوا۔ مگر آپ کو چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پاک اور مطہر کر کے تمام دنیا کے لئے بطور نمونہ بھیجا تھا۔ تا اہل دنیا اسکی پیروی کر کے فسق و فجور شرارت و بغاوت۔ بدتہذیبی اور بداخلاقی کے خطرناک بھنور سے نکل آئیں۔ اسلئے ممکن نہیں کہ آپ کی ذات والا صفات پر وہ لوگ جو خود قابل اصلاح اور لائق درستی ہیں۔ کوئی حرف رکھ کر پھر اسکو ثابت بھی کر سکیں یوں جھوٹ موٹ الزام لگانا اور بات ہے۔ اسطرح تو کئی بدبخت خدا تعالیٰ کی پاک اور مقدس ہستی پر بھی الزام لگانے سے باز نہیں آتے۔ اور اس سے ہنسی اور تمسخر کرتے ہیں۔ لیکن کیا خدا تعالیٰ کی شان میں کوئی نقص اور عیب مانا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ الزام لگانا نہایت آسان بات ہے۔ مگر خدا تعالیٰ اور اسکے برگزیدہ بندوں پر الزام لگا کر اس کا ثبوت بہم پہنچانا ایسی ٹیڑھی کھیر ہے۔ جو آج تک کسی کے حلق سے اتری۔ اور نہ آیندہ کبھی اتریگی ۔

پس ممکن نہیں کہ وہ نادان معترض اور ناسمجھ نکتہ چین جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان پر کوئی حرف رکھتے ہیں۔ وہ اس کا کوئی ثبوت بھی دے سکیں ۔

مسافر آگرہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

کتاب کے ول سے سیاق و سباق کو حذف کر کے بعض بیہودہ الفاظ اور فقرات نقل کر دیئے ہیں۔ جو ان مولویوں اور ساہوکاروں کے متعلق ہیں۔ جنھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت میں ناخن سے لیکر چوٹی تک زور لگایا۔ اور حق اور صداقت کو پیٹھ پیچھے پھینکتے ہوئے آپ کی مخالفت میں نجس سے نجس فعل کو جائز اور روا سمجھا۔ آپ کو سخت سے سخت تکلیف پہنچانا انہوں نے ضروری اور کار ثواب سمجھا۔ اور آپ کو پلید سے پلید اور گندی سے گندی گالیاں دینا اور بالکل جھوٹے اور بے بنیاد الزام لگانا انہوں نے فرض منصبی خیال کیا۔ پس اگر ایسے لوگوں کو آپ نے اصلی حیثیت میں ظاہر کیا۔ جسکے وہ اپنے افعال اور کردار کی وجہ سے مستحق ہو چکے تھے۔ تو یہ کیا جرم ہی کونسا ہے ٭

پس جو الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایسے ہی مخالفوں کی نسبت استعمال فرمائے ہیں وہ بیجا کیونکر روا ہو سکتے ہیں اگر آریہ مسافر کو ان لوگوں کی ہمدردی اور محبت نے اِسبات پر مجبور کیا ہے کہ وہ انکی طرف سے وکالت کرے تو اُسے چاہیئے کہ اُن کا نادان دوست بننے کی بجائے بلکہ دانا دوست بنے۔ اور ان کے حالات زندگی اور واقعات ظاہر ہوسے ثابت کرے کہ جو الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکی نسبت استعمال کئے ہیں وہ ان کے مستحق نہیں ہیں ٭

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تحریروں میں جو بعض سخت الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ انکی وجہ آپ ہی کے الفاظ میں سن لیجئے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ بات میں تسلیم کرتا ہوں کہ مخالفوں کے مقابل پر تحریری مباحثات میں کسی قدر میرے الفاظ میں سختی استعمال میں آئی تھی۔ لیکن وہ ابتدائی طور پر سختی نہیں ہے۔ بلکہ وہ تمام تحریریں نہایت سخت حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں مخالفوں کے الفاظ ایسے سخت اور دشنام دہی کے رنگ میں تھے۔ جن کے مقابل پر کسی قدر سختی مصلحت تھی۔"

ان الفاظ کو پڑھ کر کون نادان ہے۔ جو آپ پر کسی قسم کا الزام لگانے کی جرأت کرے۔ کیونکہ مجرم ابتدأً حملہ کرنے والا ہوتا ہے نہ کہ اندفاع کرنے والا ٭

مسافر آگرہ نے اس معاملہ میں بالکل غلط راستہ اختیار کیا ہے۔ اور اِسبات کو لے بیٹھا ہے۔ جس سے اُسے تعلق نہ تھا۔ اِس لئے ہم اسے پھر آگاہ کرتے ہیں کہ وہ اس اصل بات کیطرف آئے۔ جس کا مجملاً ذکر ہم نے اسی وقت کر دیا تھا اور تفصیل سے اب کرتے ہیں۔ تا یہ عذر نہ رہے کہ اجمال کے سمجھنے میں کوتہ فہمی آڑے آگئی ہے ٭

ستیارتھ پرکاش میں جو پنڈت دیانند صاحب بانی آریہ سماج کی تصنیف ہے۔ اور جس پر آریہ سماج کو بڑا ناز ہے، جابجا غیر مذاہب والوں کی نسبت جس قدر درشت کلامی سے کام لیا گیا ہے۔ اس کا مفصل ذکر کرنے کی اسوقت گنجائش نہیں۔ اِسلئے مختصراً ہم بطور نمونہ کے چند ایک ان الفاظ کو نقل کرنے پر اکتفا کرینگے۔ جنھوں نے مسلمانوں کے جگر کو پاش پاش کر رکھا ہے ٭

خدا تعالیٰ کی نسبت محض اپنی عادت سے مجبور ہو کر پنڈت صاحب موصوف نے وہ کچھ لکھا ہے۔ جسکو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۷۵ء کے صفحہ ۶۸۳ پر خدا تعالیٰ کی نسبت بے رحم۔ شیطان سے بھی بڑھ کر شیطنت کرنیوالا عورتوں میں غلطان۔ صفحہ ۶۸۶۔ کم علم۔ کم ہمت۔ ۶۸۷۔ فریبی۔ جھوٹے۔ ۶۹۹ پر دوالیہ۔ ۷۰۰ پر بھان متی کا تماشہ کرنیوالا۔ صـ۷۰۹ پر عورتوں کا شائق صـ۷۱۲ پر خدا میں پاکیزگی نہیں۔ سب برائیوں کا مخزن و معدن وغیرہ وغیرہ ایسے ناپاک اور گندے الفاظ استعمال کئے ہیں کہ کوئی شریف انسان سن بھی نہیں سکتا ٭ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں نہایت ہی درشت کلامی سے کام لیا گیا ہے۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷۰۳ پر لکھا ہے۔ مطلب براری کے لئے قرآن بنانے والا۔ نیت کا صاف نہیں۔ صـ۷۴۲ پر۔ ان دونوں (اللہ تعالیٰ و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے ایک خدا اور دوسرا شیطان ہو جائیگا۔ ورنہ ایک کا شریک دوسرا ہو جائیگا۔ واہ قرآنی خدا۔ و پیغمبر دین۔ بے مطلب باری

کے لئے کیا کیا نہیں کیا۔ جنگلی آدمی بھی اپنی بہو وغیرہ سے پرہیز کرتا ہے۔ اور کیسا غضب ہے کہ نبی کی شہوت رانی میں کسی طرح رکاوٹ نہیں ہوتی۔ جب بیٹے کی بہو پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے پیغمبر نہ رک سکے۔ تو اوروں سے کیونکر بچے ہونگے ٭

ہم فرط غم و اندوہ کی وجہ سے نیز ناظرین کو صدمہ اور تکلیف پہنچنے کے خیال سے کوئی اور حوالہ نقل نہیں کرینگے ورنہ یہ فہرست بہت طویل ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے پیش کر کے آریہ صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ اور اسی قسم کے اور بہت سے الفاظ ایسے نہیں جو مسلمانوں کے دل میں ناسور پیدا کر دینے والے ہوں۔ کیا ان الفاظ نے مسلمانوں کے دلوں پر زخم لگا کر نمک پاشی نہیں کی۔ کیا ان کی وجہ سے انہیں صدمہ عظیمہ نہیں پہنچا۔ اور کیا ان سے ان کے قلوب پاش پاش نہیں ہو گئے۔ واقعات حاضرہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا ٭

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو شان اور عظمت مسلمانوں کے نزدیک ہے۔ اُس سے آریہ صاحبان بھی ناواقف نہیں لیکن افسوس صداقت اور راستی کا خون کرتے ہوئے ستیارتھ پرکاش میں جس طریق سے آپ کا ذکر کیا گیا ہے وہ بہت ہی نامعقول اور دل آزار ہے ٭

اب ہم اہل انصاف سے پوچھتے ہیں کہ ایک ایسا شخص جس کے حالات اور خیالات کا آئینہ ستیارتھ پرکاش جیسی کتاب ہو۔ صلح جوئی اور امن پسندی سے کہاں تک تعلق رکھتا یا رکھ سکتا ہے۔ ہاں اِسبات کا فیصلہ کرتے وقت یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہیئے۔ کہ ستیارتھ پرکاش میں نہ صرف مذہب اسلام کے متعلق ہی اس قسم کا زہر اگلا گیا ہے بلکہ دیگر مذاہب سے بھی ایسا ہی سلوک کیا گیا ہے اور ان کے مقدس بانیوں اور کتابوں کے متعلق بھی اسی قسم کے گندے اور فحش الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ٭

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ المبارک

جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ دوسروں کو دو

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح والمہدی ثانی ایدہ اللہ

فرمودہ یکم ستمبر ۱۹۱۶ء

انا اعطینٰک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر ۔

بخل اور کنجوسی اسی وقت انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے ۔ جبکہ اسکا ہاتھ تنگ ہو ۔ یا اسے اسباب کا خطرہ ہو ۔ کہ میرا ہاتھ تنگ ہو جائیگا ۔ اس کے سوا بخل نہیں پیدا ہوتا لوگ اس ہوا سے جو تمام انسانوں کے لئے خدا تعالےٰ نے بنائی ہے ۔ سانس لیتے ہیں ۔ اور سانس لیکر اس پاک اور طیب ہوا کو جسے خدا تعالےٰ نے انسانی زندگی کے قیام اور طاقت دینے کا باعث بنایا ہے ۔ خراب اور گندہ کر کے اپنے منہ سے نکال دیتے ہیں ۔ کوئی دنیا کی غذا اور کوئی کھانے پینے کی شے یا کوئی ایسی بیرونی چیز جو نفس انسانی کے لئے آرام دینے والی ہے ۔ ایسی قیمتی نہیں ۔ جیسی کہ ہوا ہے ۔ کیونکہ ہر چیز کے بغیر انسان کچھ مدت تک گزارہ کر سکتا ہے ۔ اگر کپڑے نہ ہوں ۔ تو چھپکر کسی جگہ بیٹھ سکتا ہے ۔ اور ایک دو دن کے لئے بلکہ دو تین چار مہینے تک بیٹھا رہ سکتا ہے ۔ زندگی کو اس سے کوئی حرج نہیں ہوگا ۔ اسی طرح پانی کے بغیر تین چار دن تک زندہ رہ سکتا ہے ۔ اور کھانے کے بغیر چار پانچ چھ سات دن تک ۔ لیکن ہوا کے بغیر ایک گھنٹہ چھوڑ ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتا ۔

کسی چیز کی قیمت کس لحاظ سے ہوتی ہے

غرض دنیا میں جتنی چیزیں انسان کو راحت اور آرام پہونچانے والی اور اُس کی زندگی کو قائم رکھنے والی ہیں ۔ اُن سب سے قیمتی اور مفید اور ضروری ہوا ہی ہے ۔ کسی چیز کی قیمت اس کے فائدے اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتی ہے ۔ اور پھر اپنی تعداد کے لحاظ سے ۔ بعض وہ چیزیں جو بظاہر فائدہ رساں معلوم نہیں ہوتیں یا جن کی بظاہر کوئی ضرورت دکھائی نہیں دیتی ۔ پھر بھی وہ مفید اور ضروری ہوتی ہیں ۔ گو ہر ایک انسان ان کا محتاج نہیں ہوتا ۔ اُن کی بھی بڑی قیمت ہوتی ہے ۔ مثلاً موتی ۔ ہیرے ۔ لعل ۔ جواہر یہ ایک تو طبی لحاظ سے بڑے مفید ہوتے ہیں ۔ دوسرے تعداد میں بہت کم ہوتے ہیں ۔ اور ان کی ضرورت اعلیٰ اور دولتمند کو پڑتی ہے ۔ یہ ایک ظاہر بات ہے ۔ کہ جسقدر اعلیٰ درجہ کا آرام ہے ۔ اتنا ہی کم لوگوں کو میسر آتا ہے ۔ چونکہ ایسی قیمتی چیزوں کی احتیاج بڑے لوگوں کو ہی ہوتی ہے ۔ اور یہ اُن میں اور دوسرے لوگوں میں امتیاز پیدا کرنے والی چیزیں ہوتی ہیں ۔ اس لئے ان کی بڑی قیمت ہوتی ہے ۔ تو یہ باتیں کسی چیز کی قیمت کا فیصلہ کیا کرتی ہیں ۔ اول ضرورت ۔ دوم فوائد ۔ سوم تعداد ۔ کبھی ایسا ہوتا ہے ۔ کہ ایک چیز ضروری ہوتی ہے ۔ گو اس کے فوائد عام طور پر کوئی ایسے اعلیٰ نہیں سمجھے جاتے ۔ مگر ایک وقت میں اس کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے ۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے ۔ کہ فوائد بھی نہیں ہوتے اور ضرورت بھی کوئی ایسی نہیں ہوتی ۔ لیکن جس حد تک دنیا میں اس کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اس سے اسکا خزانہ کم ہو جاتا ہے ۔ اس وقت بھی اس کی قیمت بڑھجاتی ہے ۔ مثلاً گیہوں ۔ چنے ۔ ماش وغیرہ ۔ یہ ایسی چیزیں ہیں ۔ جو بڑی کثرت سے پیدا ہوتی ہیں ۔ اس لئے ان کی قیمت ایسی ہوتی ہے ۔ کہ ہر ایک خرید سکتا ہے مگر جب ان کی پیدائش میں کمی واقعہ ہو جاتی ہے ۔ تو قیمت بہت بڑھ جاتی ہے ۔ اس وقت کوئی یہ نہیں کہہ سکتا ۔ کہ یہ بھی ویسے ہی گیہوں یا چنے ہیں جیسے پچھلے سال تھے ۔ پھر ان کی قیمت کیوں بڑھا دیگئی ہے ۔

ہوا میں کیوں بخل نہیں کیا جاتا ۔

ہوا میں دو باتیں پائی جاتی ہیں ۔ ایک یہ کہ انسانی صحت کا مدار اسی پر ہے ۔ دوسرے ہر وقت اس کی ضرورت اور حاجت ہے ۔ اور ہر انسان کو ہے ۔ مگر باوجود اس کے کوئی شخص ہوا کے معاملہ میں بخل سے کام نہیں لیتا ۔ اور نہ ہی اس میں کنجوسی کرتا ہے ۔ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ کوئی کسی کو کہے ۔ کہ ہمارے گھر سے نکل جاؤ ۔ کیونکہ تمہارے سانس لینے اور سونگھنے سے ہوا خراب ہو رہی ہے ۔ خواہ کوئی کیسا ہی بخیل ہو ۔ اپنے نفس پر کتنا ہی بخل کرنے والا ہو ۔ پھر بھی کبھی یہ نہیں کہیگا ۔ کیوں ؟ اسلئے کہ وہ جانتا ہے ۔ کہ خدا تعالےٰ نے ہوا کا ایسا خزانہ کھولا ہوا ہے ۔ کہ جس میں کبھی کمی نہیں آ سکتی ۔ اسی بات کی وجہ سے اُس کے دل میں بھی تنگی نہیں آتی ۔ حالانکہ فوائد اور ضرورت کے لحاظ سے تمام اشیاء سے اُس کی قیمت بہت زیادہ ہے ۔

بخل کیوں پیدا ہوتا ہے

تو بخل کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ انسان کا دل تنگی کرتا ہے ۔ وہ کہتا ہے ۔ اگر یہ شے یہ چیز خرچ کی ۔ تو میرے پاس کم ہو جائے گی ۔ یا کم ہو جانے کا اُسے خطرہ ہوتا ہے ۔ مثلاً ایک آدمی کے پاس اگر کروڑوں کروڑ روپیہ ہو ۔ تو گو وہ اسقدر کم نہیں ہوگا ۔ کہ اُسے تکلیف اٹھانی پڑے ۔ تاہم وہ ڈرتا ہے ۔ کہ اگر میں نے خرچ کیا ۔ تو کم ضرور ہو جائیگا ۔ اسی طرح ایک غریب آدمی جس کے پاس ایک دو روپے ہوں ۔ وہ بھی خرچ نہیں کرتا کیوں اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے ۔ کہ اگر ان کو میں نے خرچ کر دیا تو ضرورت کے وقت مجھے تکلیف ہوگی ۔ غرض بخل اسی طرح پیدا ہوتا ہے ۔ کہ یا تو چیز کا کم ہو جانا خیال میں ہوتا ہے ۔ یا کم ہو جانے کا خطرہ اور ڈر ہوتا ہے ۔ لیکن جہاں یہ دونوں باتیں نہیں ۔ وہاں اس کے خرچ کرنے میں کوئی شخص دریغ نہیں کرتا ۔

تعجب انگیز بخل

مجھے بڑا تعجب آتا ہے۔ اور بڑی حیرت ہوتی ہے۔ کہ نادان انسان اپنی نادانی کی وجہ سے ادھر مال کے متعلق جو بخل اور کنجوسی کرے اسپر ہنسی کرتا اور اس کا بخیل اور کنجوس نام رکھتا ہے اور کہتا ہے کیا ہوا۔ اگر چیز کم ہو جاتی ہے۔ تو زیادہ بھی تو ہو ہی جاتی ہے۔ پھر زندگی کا کیا اعتبار ہے۔ ممکن ہے آج ہی جان نکل جائے۔ اور تمام جمع کیا کرایا دھرا رہے پھر مال تو ہاتھوں کی میل ہے۔ ہاتھ سلامت رہے۔ تو اور مل رہیگا۔ اور اگر ہاتھ ہی نہ رہے۔ تو مال کی بھی ضرورت نہ رہیگی۔ غرض بہت زور اور دلائل کے ساتھ بخیل پر ہنسی اور ملامت کرتا ہے۔ مگر باوجود اس کے اُس کے کئی معاملات ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جن کے متعلق وہ دوسروں پر اعتراض کرتا بلکہ ان کے خلاف وعظ اور نصیحت بھی کرتا ہے۔ لیکن انہیں وہ خود بخل سے کام لیتا ہے۔ اور پھر تعجب یہ ہے۔ کہ ایسی چیزوں میں بخل کرتا ہے۔ کہ جن کے کم ہونے کا بالکل خطرہ نہیں ہوتا۔ ایک مالدار بخل کرتا ہے۔ مگر اسکی وجہ وہ یہ قرار دیتا ہے۔ کہ اگر میں خرچ کردوں۔ تو شاید میرا مال کم ہو جائے حتی کہ اسی خیال میں وہ مر بھی جاتا ہے۔ اور خود بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا۔ بے شک ایسا شخص قابل الزام ہے اور بے شک اس نے اللہ پر بھروسہ نہیں کیا۔ اور بیشک بنی نوع انسان پر کہ جس کی ہمدردی اور مدد اسپر فرض تھی اُس نے کچھ خرچ نہیں کیا۔ مگر پھر بھی وہ ایک حد تک معذور ہے کیونکہ جو خزانہ اُس کے پاس ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔ تاہم خرچ کرنے سے کم ہو ہی جاتا ہے۔ اور کسی انسان کے پاس کوئی ایسا خزانہ نہیں۔ جو کم نہ ہوتا ہو۔ سب سے بڑا خزانہ حکومتوں کا ہوتا ہے۔ لیکن دیکھو اس کے کم ہونے کے بھی اسباب پیدا ہو ہی جاتے ہیں موجودہ جنگ میں ہی دیکھ لو۔ گورنمنٹ برطانیہ کا کروڑ روپیہ روزانہ کا خرچ ہے۔ گو کوئی شخص گورنمنٹ جتنا مالدار نہیں ہو سکتا۔ مگر فرض کرلو۔ کہ اگر کسی کے پاس اتنا ہی خزانہ ہو۔ تو بھی اس کے لئے ایسے مصارف نکل سکتے ہیں۔ کہ وہ خرچ ہو سکتا ہے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ ایک امیر جب مرا تو اس نے لاکھوں روپیہ اپنے پیچھے چھوڑا۔ اسکا ایک لڑکا تھا۔ لڑکے نے اپنے دوستوں یاروں کو بلا کر مشورہ کیا۔ کہ میرے پاس جو اسقدر روپیہ ہے اسے کسطرح خرچ کیا جائے۔ کسی نے کوئی طریق بتایا۔ کسی نے کوئی۔ لیکن اسے کوئی پسند نہ آیا۔ ایک دن وہ بازار سے گذر رہا تھا۔ کہ ایک بزاز کے کپڑا پھاڑنے کی آواز اُسے سنائی دی۔ وہ آواز اُسے ایسی پسند آئی۔ کہ گھر آکر کپڑے کے تھان منگوا منگوا کر پھڑوانے شروع کردئے اور چر چر کی آواز سننے لگ گیا۔ اسی طرح اس نے اپنا سارا روپیہ برباد اور تباہ کردیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں مفلس اور نادار ہو گیا۔ تو خواہ کسی کے پاس لاکھوں روپے ہوں۔ یا کروڑوں۔ پھر بھی ایسے مصارف نکل سکتے ہیں۔ کہ وہ خرچ ہو کر اُسے نادار بنا دیں۔ اسلئے اگر کسی کے پاس خواہ کتنا ہی روپیہ ہو تاہم اگر وہ یہ خیال کر کے کہ اگر میں اس میں سے خرچ کروں گا۔ تو کم ہو جائیگا۔ اسلئے خرچ نہیں کرتا۔ تو ایک حد تک معذور ہے۔ کیونکہ اسکا خزانہ ایسا ہے۔ کہ ضرور خرچ ہو کر کم اور ختم ہو سکتا ہے۔ لیکن جسطرح ہوا کا خزانہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اسلئے اسمیں جو بخل کرنے والا ہو۔ بڑا مجرم ہے۔ اسی طرح علم کا خزانہ ہے۔ یہ بھی کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اس میں بھی بخل کرنے والا بہت بڑا مجرم ہے۔ پھر علم کا خزانہ نہ صرف یہ کہ کم نہیں ہوتا۔ بلکہ جتنا خرچ کیا جائے۔ اتنی ہی زیادہ ترقی کرتا ہے۔ اور دوسری چیزوں کے خلاف اس میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ خرچ کرنے سے خرچ ہو جاتی ہیں۔ لیکن علم ایک ایسی دولت ہے۔ کہ جتنا خرچ کیا جائے۔ اتنا ہی بڑھتا ہے۔ اور جو لوگ اس کو خرچ نہیں کرتے۔ اور خرچ کرنے کے عادی نہیں ہوتے۔ اُن سے چھین لیا جاتا ہے۔ ایک بخیل روپیہ جمع کرتا ہے۔ تو اسکا خزانہ بڑھتا ہے۔ لیکن برخلاف اس کے ایک عالم اگر علم جمع کرتا جاتا اور اُسے خرچ نہیں کرتا۔ تو اسکا خزانہ گھٹتا جاتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص کو کہا جائے۔ کہ تم محنت و مزدوری کر کے روپیہ جمع کرتے ہو اور دوسرے کو کہا جائے۔ کہ تم علم پڑھ کر اکٹھا کرتے رہو۔ تو کچھ عرصہ کے بعد ان دونوں کا مقابلہ کیا جائیگا۔ تو وہ جو روپیہ کماتا اور اُسے خرچ نہ کرتا بلکہ جمع کرتا تھا۔ اُس کے پاس بہت سا روپیہ ہوگا۔ لیکن وہ جو علم پڑھ کر اُسے خرچ نہیں کرتا رہا۔ اُس نے کچھ کھو دیا ہوگا۔ کیونکہ مالدار اگر روپیہ کو جمع کرتا رہتا ہے۔ تو روپیہ پیسے کا ڈھیر ہی پڑا رہتا ہے لیکن اگر علم کو رکھ چھوڑا جائے۔ تو ذہن اس خزانہ کو ردی حالت میں کر دیتا ہے۔ مگر باوجود اس کے کسقدر افسوس اور تعجب کا مقام ہے۔ کہ مال میں بخل کرنے والوں پر ہنستے اور انہیں برا بھلا کہتے ہیں۔ لیکن بہت سے ایسے لوگ ہیں۔ جن کو خدا تعالےٰ نے عقل دیا فہم دیا۔ علم دیا۔ سمجھ دی۔ وہ ان چیزوں کے خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ غور کریں۔ تو انہیں معلوم ہو جائے۔ کہ ان کے بخل کرنے کی کوئی وجہ نہیں ٭

بخیلوں کی جماعت

مسلمانوں میں ایک جماعت اس قسم کی پیدا ہو گئی تھی۔ کہ جو صوفی کہلاتے تھے۔ ان کو اگر کوئی بات معلوم ہو جاتی تو اس کو بڑا چھپا چھپا کر رکھتے۔ اور دوسرے کو نہ بتلاتے تھے۔ ہاں مرنے کے وقت اگر کسی پر بڑے ہی خوش ہوتے اور اسپر بڑا ہی انعام کرنا چاہتے۔ تو کوئی ایک آدھ بات بتا جاتے۔ اور اسی طریق عمل کو بہت اچھا سمجھتے۔ حالانکہ اس کا نتیجہ بہت خطرناک نکلا۔ اس طرح کرنے سے ان کی اولاد ان سے جاہل نکلی۔ ان کی اولاد ان سے جاہل نکلی۔ پھر ان کی اولاد ان سے جاہل نکلی۔ اور آخر کار یہ ہوا۔ کہ مسلمانوں میں کچھ نہ رہا۔ نہ علم رہا۔ نہ تقوےٰ رہا۔ نہ فہم رہا۔ نہ عقل رہا۔ تمام علوم و فنون میں یہی حال ہو گیا تھا۔ اگر کسی طبیب کو کوئی اچھا نسخہ ہاتھ آجاتا۔ تو وہ دوسرے کو نہ بتاتا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ علم ہی محدود ہو گیا۔ اور اب دیکھ لو۔ کہ طب کیسی ردی حالت میں پہونچ گئی ہے۔ یا تو وہ زمانہ تھا۔ کہ مسلمانوں میں بڑے بڑے طبیب اور معالج تھے۔ مگر ان کے آگے دوسروں کو نہ بتلانے کی وجہ سے آہستہ آہستہ اعلیٰ اور اچھے نسخے مٹتے گئے۔ اور آج نوبت یہاں تک پہونچ گئی ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک خاندان ترقی کر لیتا ہے۔ لیکن اس کے بعد میں آنے والے افراد اس قابل نہیں ہوتے کہ کاروبار کو سنبھال سکیں۔ لیکن چونکہ اس خاندان کی وہ باتیں جن سے اس نے ترقی کی ہوتی ہے۔ انہی تک محدود ہوتی ہیں۔

اس لئے ان کے تباہ ہونے کے ساتھ ہی وہ بھی تباہ ہو جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی حجام کی نسبت فرماتے تھے کہ اسکو ایک ایسا اچھا مرہم بنانا آتا تھا۔ کہ خواہ کیسا ہی گندہ اور بگڑا ہوا زخم ہو۔ اس سے اچھا ہو جاتا تھا۔ لیکن وہ اس مرہم کا بنانا کسی اور کو نہ بتاتا تھا۔ حتٰی کہ اپنے بیٹوں کو بھی نہ بتاتا تھا۔ جب وہ مرنے لگا۔ تو اس کے بیٹوں نے کہا اب تو آپ ہم سے جدا ہونے لگے ہیں۔ ابھی ہی وہ مرہم بنانا بتا دیں۔ وہ کہنے لگا۔ میں تم کو بتا تو دیتا۔ لیکن ابھی مجھے امید ہے۔ کہ میری زندگی باقی ہے۔ اگر میں اچھا ہو گیا تو پھر کیا ہوگا۔ وہ اسی مرض میں مرگیا۔ اور مرہم کے متعلق نہ ہی بتایا۔

اسی طرح ہزاروں علوم ایسے تھے۔ کہ جو لوگوں کی نادانی اور جہالت کی وجہ سے مٹ گئے۔ ان کے جاننے والوں نے انہیں اپنے سینے کی قبر میں ایسا دفن کیا۔ کہ وہ پھر نہ نکل سکے۔ اور اسطرح گھٹتے گھٹتے بالکل ناپید ہو گئے دیکھ لیجئے۔ آجکل طب ایسی گرگئی ہے۔ کہ کوئی پوچھتا تک نہیں۔ اور ڈاکٹروں کی موجودگی میں طبیبوں کی طرف کوئی توجہ بھی نہیں کرتا۔

اہل یورپ نے کیونکر ترقی کی۔

ڈاکٹروں نے کوئی نئی طب نہیں بنائی۔ بلکہ یہ وہی پرانی طب ہے۔ اور یورپ نے مسلمانوں سے ہی سیکھی ہے۔ لیکن جب ان کے پاس گئی۔ اور انہوں نے اسپر عمل در آمد اور تجربہ کرنا شروع کردیا۔ اور جو نئی بات کسی کو معلوم ہوئی اس کی خوب شہرت کی۔ اور اچھی طرح پھیلا دی۔ تو اس طرح ایک کی بات دوسرے کو دوسرے کی تیسرے کو تیسرے کی چوتھے کو پہونچتی گئی۔ اور ایک نے دوسرے کی مدد سے اور دوسرے نے تیسرے کی مدد سے اور تیسرے نے چوتھے کی مدد سے ترقی کرنا شروع کردی۔ اور ہوتے ہوتے آج یہ حالت ہوگئی۔ کہ جسطرح ایک گٹھلی اور آم میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ اور جسطرح ایک خوبصورت پھول اور اس کے بیج میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ حالانکہ پھول اسی بیج سے نکلا ہوتا ہے۔ مگر دونوں کی حالت میں اتنا بڑا فرق ہوتا۔ کہ ایک کا دوسرے سے مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ اگر بیج کسی کے ہاتھ کو لگ جائے۔ تو جھاڑ کر پھینک دیگا کہ کیا لگ گیا ہے۔ لیکن پھول کو بڑے شوق اور پیار سے بار بار ناک کے ساتھ لگائیگا۔ اسی طرح گو ڈاکٹری طب سے ہی نکلی ہے۔ مگر بڑھتے بڑھتے ایک ایسا عظیم الشان درخت ہوگئی ہے۔ کہ دونوں میں کوئی نسبت نہیں رہی۔

اہل یورپ نے چونکہ اس کے بڑھانے میں کوئی بخل نہیں کیا۔ اگر ایک کا علم ختم ہو گیا۔ تو آگے دوسرے نے شروع کردیا۔ دوسرے کا ختم ہو گیا۔ تو تیسرے نے شروع کردیا۔ تیسرے کا ختم ہو گیا۔ تو چوتھے نے شروع کردیا۔ پہلے تو یہ ہوتا تھا۔ کہ اگر کوئی ایک بات ایجاد کرلیتا۔ تو وہ دوسرے کو نہ بتاتا۔ اسلئے دوسرے کو اگر وہی بات ایجاد کرنی ہوتی۔ تو اسے بھی اتنی ہی محنت کرنی پڑتی۔ جتنی کہ پہلے نے کی ہوتی۔ لیکن اب یہ ہوا۔ کہ ایک نے ایک دروازہ کھولدیا۔ اور وہ تھک کر بیٹھ گیا۔ تو دوسرا کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے دوسرا دروازہ کھولدیا۔ تیسرے نے اس سے اگلا کھولدیا۔ اسطرح آہستہ آہستہ وہ اس حد تک پہونچ گئے۔ کہ بہت بڑا فرق ہو گیا۔

دہلی میں ایک طبی جلسہ پر حضور والسرائے نے کہدیا تھا۔ کہ دیسی طب اور ڈاکٹری دراصل ایک ہی ہے لیکن یہ سنکر ڈاکٹروں نے اسپر بڑا شور مچایا۔ کہ ہماری ہتک کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ غلط ہے۔ کہ دیسی طب اور ڈاکٹری ایک ہی ہے۔ اگرچہ ان کا شور مچانا ایسا ہی تھا۔ جیسے کوئی محسن کش جب کوئی عہدہ پالیتا ہے۔ تو ماں باپ سے ملنا بھی عار سمجھتا ہے۔ ایک مجسٹریٹ کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ بہت غریب خاندان سے تھا۔ اسکا باپ اُسے ملنے کے لئے آیا۔ تو بے وہ بڑک اُس کے پاس کرسی پر جا بیٹھا اہلکاروں نے پوچھا۔ یہ کون ہے۔ تو اُس نے کہا۔ کہ یہ ہمارا خدمتگار ہے۔ تو بعض کم عقل جب ترقی کرجاتے ہیں۔ گو اپنے اصل منبع اور مخرج کی طرف منسوب ہونا بھی ہتک سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹری والے بھی چونکہ بہت ترقی کرگئے ہیں۔ اور طب والے بہت گر گئے ہیں۔ اس لئے وہ ان کی طرف منسوب ہونا ہتک سمجھتے ہیں۔ چونکہ طب والوں نے اس علم کو پھیلایا نہیں اس لئے اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کم ہو گیا۔ اور ڈاکٹری والوں نے چونکہ اسے خوب پھیلایا۔ اس لئے وہ بہت ترقی کر گیا۔

صحابہ کرام کا نمونہ

صحابہ کرام کے پاس کوئی چیز ایسی نہ تھی۔ کہ جو انھوں نے پھیلائی نہ ہو۔ سوائے ان خاص باتوں کے کہ جو ابتلاء کا موجب بن سکتی تھیں۔ یا ایسی خاص کیفیات جن کا بیان کرنا ہی ناممکن تھا۔ صحابہ کو فائدہ اور مفید باتوں کی اشاعت کرنے کا یہاں تک شوق تھا۔ کہ ایک صحابی جکو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات بتائی تھی۔ اور فرمایا تھا۔ کہ یہ خاص تیرے ہی لئے ہے۔ اسے کسی کو نہ بتائیو۔ جب فوت ہونے لگا۔ تو اُس نے کہا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک بات بتائی تھی۔ اور فرمایا تھا۔ کہ یہ کسی کو نہ بتانا۔ اس لئے میں اس کے بتلانے سے ڈرتا ہوں۔ لیکن قرآن کریم اور رسول کریمؐ کا یہ حکم ہے۔ کہ جو اچھی بات تمہیں معلوم ہو۔ وہ دوسروں کو بتاؤ۔ اب میں کروں تو کیا کروں۔ آخرکار اُس نے یہی فیصلہ کیا۔ کہ میں یہی پسند کرتا ہوں۔ کہ بجائے اس کے کہ خاموش رہوں۔ بتا ہی دوں اور نہ بتلانے کے گناہ کے مقابلہ میں بتلانے والا گناہ اٹھالوں۔ تو صحابہ اسقدر جوش رکھتے۔ کہ دوسروں کو ہر ایک ایسی بات سے جسے وہ اپنے لئے مفید سمجھتے تھے۔ بتا دیتے تھے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان میں ہر قسم کے علوم وفنون تھے۔ لیکن مسلمانوں پر ایک ایسا زمانہ آیا۔ جبکہ وہ ہر ایک اچھی بات کو چھپا چھپا کر رکھتے تھے۔ طبیب اپنے نسخوں کو مولوی اپنے وردوں کو صوفیاء اپنے رنگوں کو دوسروں پر ظاہر نہیں کرتے تھے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ نہ ان میں علم رہا۔ نہ نیکی رہی۔ نہ تقویٰ رہا۔ نہ برتری رہی۔ جس کو دیکھ کر جس نے ترقی کیا کرتی ہے۔ لیکن جب انھوں نے دین کی باتیں بھی چھپانی شروع کیں۔ تو نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ دنیاوی علوم سے بھی جاہل ہوگئے۔ اور ان کی اولاد بھی جاہل ہو گئی۔ اگر وہ ایک دوسرے کو بتاتے۔ اور ان باتوں کو پھیلاتے تو آج ان کی یہ حالت ہرگز نہ ہوتی۔

ایک غلطی

تعجب کی بات ہے۔ کہ ہماری جماعت میں سے بھی بعض لوگ ایسے نکل آئے ہیں۔ کہ جو نیکی کی باتوں کو پھیلانا نہیں چاہتے۔ میں نے

پہلے دنوں دعا کے متعلق خطبے پڑھے تھے۔ ان کے متعلق کسی شخص کا میرے نام خط آیا۔ اسکا نام تو پڑھا نہیں گیا۔ لیکن جو تحفہ اس نے میری طرف خط لکھا ہے اس سے خیال گذرتا ہے۔ کہ وہ احمدی ہی ہوگا۔ وہ لکھتا ہے کہ آپ نے قبولیت دعا کے متعلق طریق بتا کر پوشیدہ اور سربستہ راز کھول دئے ہیں۔ یہ تو بڑی محنتوں اور مشقتوں کے بعد کسی کو نصیب ہوا کرتے تھے۔ کوئی بہت ہی دعائیں کرنے والا اور خدا کے حضور گریہ وزاری کرنے والا ہوتا۔ تو اسے ان طریق میں سے کوئی ایک بتایا جاتا۔ لیکن آپ نے تو یونہی سب بتا دئے ہیں۔ اور اب ہر ایک ان سے آگاہ ہو جائیگا۔ اس بات پر وہ بڑی حیرت اور حیرانی ظاہر کرتا ہے اور آخر لکھتا ہے۔ کہ

اصل بات یہ ہے۔ کہ آپ بھی مجبور تھے۔ آپ ایک جماعت کے امام جو ہوگئے۔ اس لئے اپنی جماعت کی محبت کے جوش میں آکر آپ سے یہ حرکت ہوگئی ہے۔ یہ طریق دعا ایک رسالہ کی صورت میں چھپ چکے ہیں۔ احباب منگوا کر ان کی خوب تشہیر کریں اور بطور سلسلہ احمدیہ کی صداقت کے عظیم الشان نشان کے پیش کریں۔ اور خود بھی فائدہ اٹھائیں۔ ایڈیٹر)

دیکھئے! ادھر اسکو تو یہ صدمہ ہوا ہے۔ کہ میں نے یہ طریق ظاہر کیوں کر دئے ہیں۔ لیکن ادھر مجھے خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ایک اور نمونہ دکھایا ہے۔ جب میں خطبہ پڑھ کر مسجد سے گھر گیا۔ تو دل میں آیا۔ کہ سوائے دو تین طریقوں کے جو وقت کی تنگی کی وجہ سے بیان نہیں ہو سکے۔ باقی سب میں نے بیان کر دئے ہیں۔ اور یہ جو مجھے یاد ہیں۔ ان کے علاوہ اور کوئی طریق نہیں ہے۔ لیکن اسی وقت جبکہ جمعہ کا دن اور رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ میں نے دعا شروع کی۔ تو خدا تعالیٰ نے کئی نئے طریق مجھے اور بتا دئے۔ میں نے سمجھا تھا۔ کہ وہبی طریق کو چھوڑ کر جن کو انسان بیان ہی نہیں کر سکتا جسقدر بھی کسبی طریق ہیں۔ اور جنہیں ہر ایک انسان استعمال کر سکتا ہے۔ وہ سب میں نے اخذ کر لئے ہیں۔ لیکن جاتے ہی خدا تعالیٰ نے چار پانچ طریق اور بتا دئے۔ گویا جب میں نے جگہ خالی کی۔ تو اور آگئے۔ علم کا خلا اسکا پھیلانا ہی ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ نکل جائے۔ دوسری چیزیں اسوقت خلا پیدا کرتی ہیں۔ جبکہ وہ خود نکل جائیں۔ لیکن علم باوجود موجود رہنے کے خرچ کرنے سے خلا پیدا کر دیتا ہے۔ پس مجھے تو بجائے کسی قسم کا نقصان یا کمی ہونے کے فائدہ ہی ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اور طریق سکھا دئے۔ (ان طریقوں میں سے بھی دو طریق جو حضور نے درس قرآن میں فرمائے۔ بڑھا دئے گئے ہیں) لیکن اس کو خواہ مخواہ افسوس کرنا پڑا ؛

اچھی چیز نہیں چھپائی جاتی

یہ ایک غلطی ہے جو بڑی خطرناک ہے۔ چھپانے والی چیز تو وہ ہوا کرتی ہے جو بری اور خراب ہو اچھی چیز تو ظاہر کرنے کے لئے ہوا کرتی ہے۔ پھر وہ چیز جس میں کبھی کمی نہیں آسکتی۔ بلکہ بڑھتی ہے۔ پھر اس کے چھپانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے اسلام کی تعلیم تو ایسی ہی ہے۔ کہ جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے۔ انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر۔ کہ ہم نے تمہیں جو علم دئے ہیں۔ وہ ایک ایسی نہر ہے۔ کہ جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ اور جس کی تہ نہیں ہے۔ ایسی نہر پر جو لوگ کھڑے ہوں۔ ان سے اگر کوئی ایک گلاس مانگے۔ اور وہ نہیں دیتے۔ تو ان سے بڑھ کر بخیل اور کنجوس اور کون ہو سکتا ہے۔ جسطرح ہوا سے کوئی بخل نہیں کرتا۔ اسی طرح اسلام کی تعلیم سے دوسروں کو واقف کرنے سے اس وقت تک کوئی بخل نہیں کرتا۔ جب تک کہ جاہل مطلق اور نادان نہ ہو۔ اگر کوئی ایسی نادانی کرتا ہے۔ تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کے علم میں کمی آنا شروع ہو جاتی ہے۔ اور آخر کار بالکل بیکار ہو جاتا ہے۔ مجھے تو اگر خدا تعالےٰ کوئی نکتہ سمجھاتا ہے۔ یا کوئی علم دیتا ہے۔ تو میں تو یہی چاہتا ہوں۔ کہ جسطرح ہو سکے دوسروں تک پہنچا دوں۔ اس سے ایک تو یہ فائدہ ہوتا ہے۔ کہ وہ فائدہ جو مجھے حاصل ہو رہا ہوتا ہے وہی دوسروں کو ہونے لگتا ہے۔ پھر اس پر ترقی کر کے وہ جو باتیں پیدا کریں گے۔ وہ مجھے مل جائیں گی۔ اور میں ان سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ لیکن وہ لوگ جو کسی بات کو اپنے تک ہی محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہیں۔ آپ لوگوں کو چاہیئے۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ اس مرض کے دور کرنے کی کوشش کریں اور جو اچھی اور عمدہ بات خواہ دین کے متعلق ہو۔ یا دنیا کے۔ انہیں بتانے سے دریغ نہ کیا جائے۔ یہ ترقی کا بہت بڑا راز ہے۔ اگر کوئی اس کو سمجھ لے۔ تو اس کا علم روزانہ ترقی کرتا رہیگا۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کو خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جس چشمہ سے ان کے علوم نکلتے ہیں۔ وہ کوثر ہے۔ اور ہمارے تمام علوم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشہ چینی اور آپ کے طفیل ہیں۔ اور اس چشمہ کا نام خدا تعالےٰ نے کوثر رکھا ہوا ہے کہ جس میں کبھی کمی نہیں آسکتی۔ بلکہ جسقدر بھی ضرورت ہو اس سے بڑھ کر اس میں سے نکلتا رہتا ہے۔ کوثر اس چشمہ کا بھی نام ہے۔ جو جنت میں ہوگا۔ اس میں بھی کمی نہیں آتی۔ مگر اسلام کی تعلیم جہاں سے نکلتی ہے۔ اس کا نام بھی کوثر ہے۔ پس جس چشمہ سے ہم پانی لیتے ہیں۔ اس کا نام خدا تعالےٰ نے کوثر رکھا ہوا ہے۔ پھر کیسی نادانی ہوگی۔ اگر کوئی یہ خیال کرے۔ کہ اس میں سے خرچ کرنے سے کمی آجائیگی۔ اور پھر یہ کیسی نادانی ہوگی۔ کہ کوئی مانگے اور ہم نہ دیں۔ پھر یہ بھی کیسی نادانی ہوگی۔ کہ جو مانگنا نہیں جانتے۔ ان کو ہم خود نہ پہنچائیں۔ وہ قوم جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کوثر

ملا ہے۔ اُس کا یہ کام ہونا چاہیئے۔ کہ اگر اس سے کوئی نادانی اور جہالت کی وجہ سے نہیں مانگتا۔ تو بھی وہ اُسے خود بخود دے اور سیراب کرے۔ جن کو خدا تعالےٰ نے علم دیا ہے۔ وہ علم کو پھیلائیں۔ اور جن کو کوئی اور بات معلوم ہے۔ وہ اُسے شائع کریں اور ذرا بھی بخل نہ کریں ؛

ہماری جماعت کے ہاتھ میں کوثر ہے

اس زمانہ میں ہماری جماعت کو خدا تعالےٰ نے اس کوثر کا داروغہ مقرر کیا ہے تیرہ سو سال میں متفرق جماعتوں کے ہاتھ میں وہ رہا۔ مگر اب خدا تعالےٰ نے ان سب سے چھین کر ہمیں دیدیا ہے۔ اس لئے ہماری جماعت کا فرض ہے۔ کہ وہ لوگ جو اس آب حیات کے بغیر مر رہے ہیں۔ ان تک پیالے بھر بھر کر پہونچائے۔ اور انہیں پکڑ پکڑ کر پلائے۔ اور یاد رکھے۔ کہ اس چشمہ میں کبھی کمی نہیں آسکتی۔ اللہ تعالےٰ نے یہ نعمت تمہیں اسی لئے دی ہے کہ تم خود بھی اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور دوسروں کو بھی فائدہ پہونچاؤ۔ دیکھو بعض امیر مال تقسیم کرنے کے لئے داروغے مقرر کرتے ہیں۔ لیکن اگر وہ داروغے مستحق لوگوں کو مال دینے سے دریغ کریں۔ تو انہیں ہٹا دیتے ہیں۔ اور ان سے وہ کام چھین کر اور کو دے دیتے ہیں۔ اسی طرح دین کے متعلق ہے۔ وہ جو اسے تقسیم نہیں کرتے اور دوسرے دینوں میں نہیں پھیلاتے۔ اُن سے چھین لیا جاتا ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک وہ جس کو قرآن یا حدیث یا جو کچھ بھی آتا ہے۔ وہ دوسروں کو پڑھائے اور یہ خیال نہ کرے۔ کہ اس کے علم میں کمی آجائیگی۔ اس کے منہ سے نکل کر کوئی بات دوسرے کے کان تک نہیں پہونچے گی۔ کہ اُسے ایک اور بات حاصل ہو جائیگی میں نے اس بات کا خوب تجربہ کرکے دیکھا ہے۔ اور جسطرح رویت کے متعلق شہادت دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح میں اس کے متعلق بتاتا ہوں۔ کہ کوئی بات اپنی جگہ سے نہیں ہلتی۔ کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے اس سے زیادہ نہیں مل جاتی ہے۔ اور بیسیوں گنے زیادہ ملتی ہے۔ گویا لوگوں کو بتانا ایک ڈاٹ ہوتا ہے۔ کہ اس کو جب کھول دیا جاتا ہے۔ تو اس زور سے دھار نکلنا شروع ہو جاتی ہے۔ کہ بعض اوقات انسان اٹھا بھی نہیں سکتا۔ پس تم لوگ کسی بات کے پہنچانے میں کبھی بخل مت کرو۔ جہاں تک ہو سکے۔ دوسروں کو پہونچاؤ۔ اور جو علم بھی خدا تعالےٰ نے تمہیں دیا ہے۔ اُسے ان تک پہونچانے میں لگے رہو۔ جن کے پاس اس سے تھوڑا ہے۔ یا جن کے پاس بالکل ہی نہیں۔ وہ تم سے دور بھاگیں گے۔ لیکن تم انہیں پکڑ پکڑ کر دو۔ وہ تم سے نفرت کریں گے۔ لیکن تم ان کو محبت سے دو۔ وہ تمہاری باتیں نہیں سنیں گے۔ مگر تم اُن کو پیار سے سناؤ ؛

یہاں بعض لوگ علم دین حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اُن کو مشکل پیش آتی ہے۔ حالانکہ ہمارا تو یہ فرض ہے۔ کہ لوگوں کے گھروں میں جاکر پہونچائیں۔ لیکن یہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے۔ کہ لوگ ہمارے گھر چل کر آجاتے ہیں۔ پھر اگر ہم ان کو کچھ نہ سکھائیں۔ تو کیسی نادانی ہے اگر کوئی شخص کسی کو نہیں سکھاتا۔ خواہ اُس کی کوئی وجہ ہو۔ تو وہ یاد رکھے۔ کہ اسکا علم بڑھ نہیں رہا۔ بلکہ کم ہو رہا ہے۔ اور ایک دن اسپر ایسا آئیگا۔ جبکہ وہ دیکھے گا۔ کہ جسطرح بلعم باعور کا ایمان کپڑے اتر کر اڑ گیا تھا۔ اس کا بھی اڑ جائیگا۔ اور وہ ایک بیکار اور فضول جسم رہ جائیگا ؛

خدا تعالےٰ ہماری جماعت کے ہر ایک فرد کو اس بات کی توفیق دے۔ کہ جو علم خدا تعالےٰ کی طرف سے اسے دیا گیا ہے۔ وہ لوگوں تک پہونچائے۔ اور اپنے اوقات سے بچا کر کچھ وقت دین کے کاموں میں صرف کریں۔ اور اس دین کو پھیلانے اور دنیا کے کونے تک پہونچانے میں لگ جائیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ان کو ملا ہے۔ آمین ؛

کچھ غیر مبائعین کی نسبت

"مکرمی جناب پیر سراج الحق صاحب نعمانی جمالی احمدی کے نام نامی اور اسم گرامی سے ہماری جماعت کے بہت کم لوگ ناواقف ہوں گے۔ آپ ان خوش قسمت اور بخت رسا رکھنے والے اصحاب میں سے ایک ہیں۔ جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیض صحبت سے مستفیض ہونے کا ایک عرصہ تک خاص موقع نصیب ہوا ہے۔ آپ اس وقت تک موجودہ اختلافات کا حسرت ناک نظارہ بڑے صبر اور سکون سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ اب آپ کا کاسۂ صبر چھلک پڑا ہے۔ اور آپ کی مہر سکوت ٹوٹ چکی ہے۔ اس لئے آپ نے ؎

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
وگر خاموش بنشینم گناہ است

کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت عمدہ طرز سے اپنے درد دل کا اظہار ایک خط کے ذریعہ کیا ہے جو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت اقدس میں بھیجا ہے۔ کاش! ہمارے گم گشتہ راہ برادران اس سے فائدہ اٹھائیں ؛

ہم جناب پیر صاحب مکرم کی خدمت میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ آپ ایسے بزرگوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاص الخاص صحبت گزینوں کے فیوض کے حاصل کرنے کی ان اصحاب کو بہت بڑی ضرورت ہے۔ جنہیں آپ کی طرح حضرت مسیح موعود کی صحبت میں رہنے کا موقعہ نہ ملا ہو۔ اس لئے آپ کبھی کبھی ضرور بذریعہ اخبار "الفضل" ان کی اس ضرورت اور حاجت کو پورا فرماتے رہا کریں" ؛ (ایڈیٹر)

آنکھوں والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

ایم۔ اے

اے موعود ابن موعود سلمکم اللہ وایدکم اللہ تعالےٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ وعلی عباد اللہ الصالحین ؛

خاکسار کے پاس اخبار الفضل شاید چھ ماہ سے متواتر آ

علاوہ اس کے اخبار اہلحدیث جو ایک اور طالب علم کے پاس جو غیر احمدی ششتر مرغ کے وضع پر نہ مقلد نہ غیر مقلد ہے۔ آتا ہے۔ اور الحق جس کا دوسرا نام اب "فاروق" رکھا ہوا ہے اور تشحیذ الاذہان اور ریویو آف ریلیجنز بابو عبدالکریم صاحب احمدی کمپونڈر شفاخانہ ریلوے جینیرے کے نام آتے ہیں۔ اکثر دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ اور اس کے پیام لاہور اور اکثر پرچے ٹریکٹ وغیرہ جو لاہوری ایم۔ اے کی سرپرستی اور زیر امارت چھپتے ہیں۔ وہ وقتاً فوقتاً بابو صاحب موصوف کے پاس بھیجدیتے ہیں۔ وہ بھی دیکھنے میں آجاتے ہیں۔ خدا کی شان جو کذب وافتراء بہتان دن رات لاہوری پارٹی کرتی اور لکھتی رہتی ہے۔ تعجب آتا ہے کہ ان کو کیا ہوگیا۔ یہ لوگ دیکھتی آنکھیں کہاں سے کہاں جا رہے ہیں۔ اتنی مدت میں جو باتیں ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں تھیں۔ اور نہ ان کے قلم وزبان ان سے آشنا تھے وہ ان سے ظہور میں آرہی ہیں۔ غیر احمدیوں غیر مسلموں کے بھی انھوں نے کان کتر لئے۔ اور سرے سے ایک دو بلکہ تمام ہی مسائل پر پانی پھیر دیا۔ مسئلہ رسالت ونبوت کچھ ایسا بڑا بھاری اور بوجھل تو نہیں جس سے یہ لوگ کان فی اذنیہ وقرا کے مصداق ہوجاویں *

ایک ہندو یا عیسائی یا یہودی غیر مسلم جو دوکان بازار میں کھولتا ہے۔ گو وہ خدا اور رسول یا قیامت سے تو نہیں ڈرتا۔ لیکن دنیا سے ضرور ڈرتا ہے۔ کہ کہیں بد معاملگی سے دنیا میں خریداروں میں اُس کی پینٹھ نہ بگڑ جاوے۔ اس لئے وہ ضرور دنیا سے ڈر کر اصول تجارت اور قواعد دوکانداری کو اچھی طرح چلاتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان کہلا کر جو دوکان کھولتا ہے۔ اور تجارت کا کام شروع کرتا ہے۔ تو وہ نہ خدا سے ڈرتا ہے۔ نہ رسول سے۔ نہ دنیا کی بد معاملگی اور نہ خریداروں کے طعن سے خوف کرتا ہے۔ بلکہ چاہتا ہے۔ کہ گاہکوں کے کپڑے تک اُتار لے۔ اسی طرح سے غیر مبائعین پارٹی اور پیامی گروہ کا حال ہے۔ کہ یہ احمدی کہلا کر احمد نبی اللہ کی صحبت میں رہ کر کیسے نڈر بے خوف ہوگئے ہیں گویا انھوں نے قرآن شریف پڑھا ہی نہیں۔ اور وجود جدید احمد رسول اللہ کو دیکھا ہی نہیں۔ کیا واقعی افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالھا کے مطابق ان کے قلوب کے قفل کبھی کھلے ہی نہیں *

مجھے آجتک غیر مبائعین میں سے اب تک کوئی نہیں ملا۔ ہاں غیر احمدیوں سے رات دن واسطہ پڑتا ہے۔ لیکن پھر دیکھا جاتا ہے۔ کہ وہ ڈر بھی جاتے ہیں۔ اور لاہوریوں کو کوئی خوف ہی نہیں۔ تحریف۔ تبدیل۔ افتراء وبہتان۔ کذب تمام کے تمام ان کے حصے میں آگئے۔ انسان سے قصور اور خطا بھی ہوجاتی ہے۔ مگر یہ تو نہیں۔ کہ وہ اُسپر اڑا رہے۔ اور کبھی بھی ندامت وحیا سے سر نہ جھکائے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ اور رات دن اسی امر کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ کہ بہت سے اصحاب احمدیت میں داخل ہونے والے وہی ہیں۔ کہ جو خطا کرچکے۔ مخالفت کرچکے۔ اور کیا کیا کچھ نہ کرچکے۔ اور پھر تائب نہ ہوگئے ہوں۔ اگر وہ ایسے ہی سنگدل ہوتے۔ تو کیوں اس سلسلہ مبارک میں داخل ہوتے۔ رات دن اہل سلسلہ سے خطائیں ہوتی ہیں۔ پھر ندامت اٹھا کر توبہ کرلیتے ہیں *

جو جو باتیں انھوں نے حضرت اقدس نبی اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہتک اور توہین کی نسبت سمجھی سوچی تھیں۔ وہ خود ان کے ہی تنزل کا باعث ہوئیں۔ اور ان کے ہی سر پر ان کا وبال پڑا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ کہ الوافضی فوارۂ لعنت کہ از وے خیزد وبرلادے ریزد۔ دیدہ ودانستہ حق کو جھٹلانا اور اُس کے مقابلہ میں عمداً باطل کو پنجہ مارنا اچھا نتیجہ نہیں دکھلاتا۔ اور پھر جن کی خاطر یہ مداہنہ کیا تھا۔ ان میں بھی ان کی وقعت وحرمت نہ ہوئی *

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم * نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

خبیث وطیب میں ضرور فرق ہوتا تھا۔ اور اسی لئے وہ رسول مبعوث ہوا تھا۔ جب کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعوےٰ کیا ہے تب سے بینے برابر آنحضرت علیہ السلام کو کبھی نبی اللہ کبھی رسول اللہ لکھا۔ اور ہمیشہ اس وقت تک کہ آپکی وفات یا شہادت ہو۔ تین روز پہلے تک سوائے اس القاب کے کچھ لکھا ہی نہیں۔ کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی بھی نہیں روکا۔ کہ یہ القاب کیوں لکھتے ہو۔ بینے خط کے اندر بھی یہی لکھا۔ اور لفافہ پر بھی یہی لکھا۔ اور بلکہ اُس زمانہ میں جو کہ آغاز تھا۔ اور مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ اور خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ یہ لکھنے میں جھجکتے تھے۔ اور چند لوگوں نے مجھے اس سے منع بھی کیا۔ کہ لوگ اس سے بدکتے ہیں۔ اور ان کو ابتلا م آتا ہے۔ مگر بینے نہ مانا۔ کیوں نہ مانا۔ اس لئے کہ حق سے بدکیں۔ تو بدکیں۔ اور رُکیں تو رُک جاویں جو ارواح سعیدہ ہونگی۔ وہ ضرور تسلی اور اطمینان اور ایمان وایقان حاصل کرکے قبول کریں گی۔ اور پھر جب حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نہیں روکتے۔ تو پھر یہ کون روکنے والے ہیں۔ بینے چھوٹے پرچے بھی لکھے۔ تو یہی پہلے لکھا۔ کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور نبی اللہ حضرت اقدس علیہ السلام نے باربار فرمایا۔ کہ سیر کے لئے ہمیں رقعہ کے ذریعہ یاد دلایا کرو۔ بینے جب کبھی یاد دہانی رقعہ کے ذریعہ کی ہے۔ تو اسی طرح لکھا۔ کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ اگر حضور سیر کے لئے تشریف لے چلیں۔ تو لوگ حاضر ہیں۔ بعض وقت جواب لکھ دیتے۔ کہ اچھا آتا ہوں۔ اور کبھی تحریر فرما دیتے۔ کہ آج فرصت نہیں لیکن یہ کبھی نہیں لکھا۔ کہ یہ القاب مت لکھا کرو۔ میں رسول نہیں ہوں۔ نبی نہیں ہوں *

شیخ غلام احمد صاحب کو یہ واقعہ ضرور یاد ہوگا۔ کہ ایک بزرگ معمر کوٹلہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ایک روز گول کمرہ کے پاس آکر عرض کی۔ کہ اے اللہ کے رسول میں اجازت چاہتا ہوں۔ کہ چند روز کے لئے کوٹلہ ہو آؤں۔ اور حضرت نے فرمایا۔ کہ جاکر کیا کروگے۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور تم بیمار رہو۔ یہیں پڑے رہو۔ اُس بزرگ نے کئی بار باصرار تمام کہا۔ ان الفاظ میں کہ تو اللہ کا رسول ہے اور سچا رسول ہے۔ تو اللہ کا نبی ہے اور سچا نبی ہے۔ میں تیرے رسول اور نبی ہونے پر ایمان لایا ہوں۔ اور بیشک تو سچا رسول اور نبی ہے۔ میں تیرے حکم کے بغیر نہیں جا سکتا ہوں۔ ایم۔ اے صاحب بھی وہاں آرونق افروز ہوئے۔ اور کئی احباب اور مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالےٰ بھی تھے۔ اور یہ ایم۔ اے صاحب باتیں سنتے رہے۔ اور کبھی مسکراتے اور کبھی ہنستے رہے۔ یہ نہ کسی سے کہا گیا کہ کیوں بار بار رسول اور نبی کہتا ہے۔ اور حضور آپ کیوں بار بار یہ الفاظ

اپنے حق میں کہلاتے ہیں جس کے آپ مستحق نہیں ہیں بلکہ ایم اے صاحب کے تبسم سے ترشح ہوتا تھا۔ کہ اس شخص کا کیا ہی عقیدہ حق ہے۔ اور نہ اس شخص کو ان تفصیلات کی خبر تھی۔ کہ آپ کیسے رسول اور نبی ہیں۔ آیا ناقص ہیں یا کامل ہیں۔ مستقل ہیں یا نبی امتی یا ظلی وغیرہ ہیں۔ وہاں صاف الفاظ تھے۔ کہ تو رسول ہے۔ اللہ کا رسول ہے۔ اور سچا رسول ہے۔ اور خدا نے تجھ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ایم۔ اے صاحب اگر اس واقعہ سے انکار کریں۔ تو کچھ بعید نہیں۔ کیونکہ جب تمام باتوں سے ان کو انکار ہے۔ تو یہ بھی سہی۔ بہر حال وہ بزرگ بہشتی مقبرہ میں بعد ایک ماہ کے فوت ہو کر حضرت اقدس علیہ السلام کے سامنے دفن ہو گئے۔ اگر وہ غلطی پر تھے۔ تو کیوں ایسے مقام مبارک میں بقول ایم۔ اے ایسے ناپاک عقیدہ والے کو دفن ہونے دیا۔

بہر حال ان کو دو باتوں نے انکار رسالت و نبوت و خلافت وغیرہ مسائل پر آمادہ کیا ہے۔ ایک عداوت محمود موعود اور دوسرے غیر احمدیوں سے ملنے کے شوقین ہونے کہ شاید اسی باعث سے وہ لوگ قابو آ کر اپنی جیبیں ہمارے لئے خالی کر دیں۔ یہ تو پہلا ہوا ہے اور اب پیش نظر بھی ہے۔ پہلا فتنہ جو نواب محمد علیخان صاحب مخدوم کے مقابلہ میں اٹھایا تھا۔ وہ کس نے اٹھایا تھا۔ وہ بھی تو حضرت ایم۔ اے ہی تھے۔ یہ واقعہ تو نواب صاحب بھولے نہ ہونگے۔ اور شیخ یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر الحکم تو اس کی جڑ سے خبر رکھتے ہیں۔ اور پھر حضرت اقدس علیہ السلام کی زندگی میں مجھے خوب یاد ہے۔ کہ ایک روز سیر کے لئے بجائے کو غیر معمولی طور پر حضرت اقدس تشریف لیگئے بٹالہ کی طرف۔ مگر سڑک کے راستہ نہیں بلکہ اس رستہ پر جو سڑک کے دائیں ہاتھ کو جاتا ہے جو آگے نہر کے پل کے قریب سڑک سے جا ملتا ہے۔ اس فتنہ کی بابت حضرۃ اقدس نے ایم اے صاحب کو جو فرمایا۔ وہ میاں راجہ بیان مجھے اسکا لفظ لفظ یاد ہے۔ وہ تقریر کسی وقت لکھدونگا۔ اب اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں ہے۔ ایم اے صاحب اگر انکار کریں تو تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم الآیہ پر کھڑے ہو جاویں۔ بشرطیکہ حضرت خلیفۃ برحق اجازت دیں میں تو تیار رہوں۔ میرے آقا یہ مسئلہ بھی کھلتا تھا۔ اور خوب کھلا۔ خوب واضح ہو گیا۔ اور ایسا واضح و لائح ہو گیا۔ کہ جس نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا

ہمیشہ اللہ تعالیٰ نبیوں اور رسولوں کو بھیجتا رہا۔ اور ہر ایک نبی و رسول کی خلافت اسی طرح چلتی رہی۔ یہ مسئلہ تو کوئی بڑا بھاری و دشوار اور کسی فلسفہ کا محتاج نہیں۔ نہایت سیدھا سادہ مسئلہ ہے۔ اسی طرح خاص رسول دینی کا ہوتا جیسے اللہ تعالیٰ ہمیشہ نبی و رسول مبعوث فرماتا رہا اسی طرح اب بھی اسی سنت کے مطابق نبی و رسول بھیجے گا۔ اور اسی سنت کے مطابق عین وقت پر عین ضرورت زمانہ پر بھیج بھی دیا۔ اور یہ بات بھی کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ کہ پہلے رسول براہ راست ہوتے تھے۔ اب اس کے فرمودہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے مطابق آپ کے زیر فرمان صلی اللہ علیہ وسلم زیر اطاعت بھیجا۔ جیسے کہ پہلے سلسلہ کے لئے حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم تھے بعد کے سلسلہ کے لئے بھی خاتم ثابت ہوں۔ چلو بات طے ہوئی۔ خواہ مخواہ گورکھ دھندے میں ڈال کر الجھن پیدا کر دینا یہ اور بات ہے۔ ومن شر النفثت فی العقد اسی معنی کر کے تو ہے۔ اور اسی لئے تعوذ کا حکم ہوا۔

خاکسار جن دنوں جے پور میں شرح ملا و رضی اور ہدایہ و شرح وقایہ و رشیدیہ اور میزان منطق پڑھا کرتا تھا۔ ایک روز مولوی سلطان الدین صاحب جے پوری جن سے میں پڑھتا تھا۔ وہ اور مرزا تقی بیگ صاحب اہل نظامت اور خاکسار سرکاری ریاست کی لائبریری میں گئے۔ تو ناسخ التواریخ ہاتھ لگ گئی۔ اس کو مولوی صاحب موصوف نے کھولا۔ تو یہ لکھا تھا۔ کہ حضرت عمر فاروق رض کے سامنے ایک عورت کا مقدمہ پیش ہوا۔ تو حضرت نے اس کو حد مارنے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ یہ حاملہ عورت ہے۔ حضرت عمر فاروق رض نے فرمایا۔ کہ اگر علی رض نہ ہوتا۔ تو اس وقت عمر ہلاک ہو جاتا۔ چونکہ اسکا مصنف رافضی ہے۔ وہ اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہے۔ کہ جب عمر ایسا بے علم تھا۔ تو لائق خلافت نہ تھا۔ تو مرزا تقی بیگ جھٹ پٹ بول اٹھے۔ کہ یہ لائق و غیر لائق ہونے پر بحث کرتے رہیں گے۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ سو ایسا ہی اب یہ رافضی سیرت ایم اے ہے۔ اس کی روح اس کے قالب میں اگر حلول ہو سکتی ہے تو بھی ہو گئی۔ جو خلیفہ ہونا تھا۔ وہ ہو گیا۔ اور جس کے ہاتھ خدا کو بازی دینی تھی۔ دیدی۔ اب یہ رویا کریں اور پیٹا کریں خسر الدنیا والعقبی کا نظارہ دیکھ رہے ہیں اور دنیا بھی دیکھ رہی ہے۔ اور جو آئندہ کو ہوگا۔ وہ اچھی طرح یہ منظر دیکھیگا۔ اللہ تعالیٰ کو جو منظور تھا وہ ہو گیا۔ لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ اور کسی نے خوب کہا ہے قد جف القلم بما ھو کائن کسی کا اچھا مقولہ ہے۔ ایسے ہی وقت پر خدا کی قدرت خدا کی شان نظر آتی ہے۔ وہ قادر ہے۔ وہ مالک ہے۔ جو چاہا کیا۔ اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو چاہے گا۔ کریگا۔ کوئی مکھی کی طرح لاکھ سر پٹکے اور کروڑ بار دن رات میں ہاتھ مل مل کر سر پیٹے۔ پیٹا کرو ہائے واویلا کا شور مچایا کرو۔ حضرت اقدس علیہ السلام کے بارہ میں سینے ہاتھ پر مارے۔ گورنمنٹ عالیہ برطانیہ دام اقبالہا میں مخبریاں کیں۔ سیفیاں پڑھنے والوں نے سیفیاں پڑھیں۔ چلے کٹے۔ راتوں کو اٹھ کر خون پانی اپنا ایک کیا۔ اخبار رسالے اشتہارات جاری کئے۔ استہزا کیا۔ کفر کے فتوے دئے۔ جو نہ کرنا تھا وہ کیا۔ لیکن جس کو خدا نے رسول کرنا تھا۔ کر دیا۔ نبی بنانا تھا۔ بنا دیا۔ جو سلسلہ چلانا تھا۔ چلا دیا۔ اسی طرح خلافت کو قائم کرنا تھا۔ کر دیا۔ محکم کر دیا۔ مضبوط کر دیا۔ کیا مجال جو اس کے کام میں ذرہ بھر فرق آ سکے۔ یفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید۔ یہی اس کی خدائی کا نشان اہل بصیرت کے لئے ہے۔ اور صم بکم عمی ہمیشہ لا یرجعون لا یعقلون رہے اور رہیں گے۔

حضور والا! یہ لوگ چلتی گاڑی میں روڑا اٹکانا چاہتے ہیں۔ آپ بھی اعرض عن الجاھلین پر عمل کیجئے۔ خادم کا کام عرض کرنا ہے۔ بہت کچھ ہو چکا۔ حضور ان کو چھوڑیئے اور غیر احمدیوں اور غیر مسلموں کی طرف توجہ فرمائیے۔

طلباء آگاہ رہیں

مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول ہر دو ۲۳ ستمبر کو کھلیں گے

طلباء کو چاہیئے۔ کہ وقت پر حاضر ہو جائیں۔ والدین کی خدمت میں بھی التماس ہے۔ کہ طلباء کو وقت پر بھیجنے کی کوشش فرمادیں۔

خاکسار محمد الدین ہیڈ ماسٹر

اخبار الفضل کے اخراجات طبع

احباب کرام کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ آپ صاحبان کو معلوم ہے۔ آجکل ہر چیز کی گرانی ہو رہی ہے۔ اسی سلسلہ میں سامان طبع بھی شامل ہے۔ الفضل جس کاغذ پر چھپتا ہے۔ وہ غالباً بعض نفاست پسند طبائع کے لئے غیر مرغوب بھی ہو۔ تاہم ہر اشاعت پر ساڑھے تین روپے یعنی تیس روپے ماہوار زائد خرچ ہوتے ہیں۔ اسی طرح مطبع کے مصالحہ پر ڈیوڑھا خرچ ہے۔ الفضل کے اخراجات پہلے ہی اس کی آمد سے زیادہ ہیں۔ اور اب قریباً پچاس روپے ماہوار کا خرچ اور زیادہ اس پر پڑ رہا ہے۔

خریدار جسقدر پہلے تھے۔ اتنے بھی نہیں۔ بلکہ ہر مہینے وی پی کرنے پر کچھ کم ہی ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ انہی مہینوں میں ایک سو کی کمی رونما ہوئی ہے۔ پس ضروری ہے۔ کہ محبان صادق اس طرف توجہ مبذول کریں۔ اور جہاں وہ اور چیزیں کچھ زیادہ دیکر خریدتے ہیں۔ وہاں الفضل کے اخراجات میں بھی کچھ حصہ لیں۔ بعض ہندو و مسلم اخبار والوں نے گرانی فنڈ قائم کیا ہے۔ اور ان کے خریداروں نے بطیب خاطر ۱ر سالانہ زائد منظور کر لیا۔ تاکم از کم کاغذ کے زائد خرچ کی تلافی ہو جائے۔ تو کیا الفضل کے خریدار بھی اس پر آمادہ نہیں۔ کہ وہ اپنے اپنے چندوں میں آٹھ آٹھ آنے کی بیشی عملی طور پر منظور فرما کر (یعنی بذریعہ منی آرڈر بھیجکر) عند اللہ ماجور ہوں۔

دوسری تجویز یہ ہے۔ کہ چار سو خریدار اور مہیا کر دیا جائے۔ اسطرح بھی ایک حد تک تلافی ہو جائیگی۔

(مینیجر اخبار الفضل)

کسی غیر مبائع کے مطالبہ پر مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کی قسم

سیدنا حضرت میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے جو دعاوی اور مسائل اپنی کتابوں اور تحریروں میں شائع فرمائے ہیں۔ ان کو حق یقین کرتا اور دل سے مانتا ہوں۔

محمد سرور شاہ

فہرست نو مبائعین

شیخ مٹھو صاحب ڈیرہ غازیخان	سید محمد شفیع صاحب سیالکوٹ
بنت مولوی عمر الدین صاحب شملہ	سید اصغر علی صاحب ″
شیخ عبد الغفور صاحب پٹیالہ	نیاز بی بی صاحبہ ″
محمد فاضل خانصاحب سیالکوٹ	حاجی محمد مراد صاحب گوجرانوالہ
عبد الرحمن صاحب گوجرانوالہ	عبد السبحان صاحب سیالکوٹ
بنت عبد الرحمن صاحب	محبوب لعل خان صاحب۔ پوری
مستری اللہ دتا صاحب معہ	عمر خطاب صاحب۔ پشاور
اہل و عیال۔ سیالکوٹ	ضمیر عالم صاحب۔ لاہور
ابراہیم خان صاحب ڈنگا گری	رابعہ بی بی صاحبہ جلالپور جٹاں

ورزش کے سامان کیلئے احمدیوں کا اپنا کارخانہ

احمدی شائقین کی خدمت میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ ہمارا کارخانہ ہر قسم کے سامان ورزش از قسم کرکٹ۔ ہاکی۔ فٹ بال۔ ٹینس۔ بیڈمنٹن اور جمنیسٹک وغیرہ مدت سوا سال سے ہندوستان میں اور بیرون از ہند بہم پہونچا رہا ہے۔ لیکن ہنوز احمدی قوم نے زمانہ حال کی ورزش کے مطابق قومی مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کارخانہ کی طرف بہت کم توجہ کی ہے لہذا جو احباب سکولوں میں ملازم ہیں۔ یا کسی اور جگہ جہاں سپورٹس کے سامان کی ضرورت ہو دخل رکھتے ہیں۔ ان کی خصوصاً و دیگر شائقین کی عموماً توجہ درکار ہے۔

قومی مرکز قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر مولانا مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے ہمارے کارخانہ کے متعلق فرماتے ہیں:

”جناب من! میں یہ بات بلا تامل کہتا ہوں۔ کہ میں آپ کے کارخانہ سے ہر طرح سے خوش ہوں۔ آپ سلسلہ کرکٹ و فٹ بال کے متعلق فرمائشوں کی تعمیل نہایت مستعدی سے کرتے رہے ہیں۔ آپ جو سامان ورزش مجھ کو بنا کر بھیجتے رہے ہیں۔ وہ بلحاظ قیمت و خوبی ساخت مقابلۃً نہایت ہی اطمینان بخش ثابت ہوتا رہا ہے۔“ آپکا صادق محمد الدین ہیڈ ماسٹر۔

مکمل فہرست حسب فرمائش مفت بھیجی جاوے گی۔

پتہ:- نظام سیالکوٹ شہر

بلا مبالغہ سچا اشتہار

مقوی اعصاب گولیاں

یہ گولیاں ہر قسم کے ضعف اعصاب کو دور کرتی ہیں۔ چونکہ اعصاب کا مبدا دماغ ہے۔ اور ان کا جال تمام جسم میں پھیلا ہوا ہے۔ اس لئے یہ گولیاں مقوی دماغ۔ مقوی معدہ۔ مقوی حافظہ اور کثرت بول کے لئے بہت مفید ہیں۔ دماغی محنت کی تھکان کو رفع کرتی ہیں۔ اسی طرح اور بھی بعض فوائد ہیں۔ قیمت فی درجن ۱۲ر ایک درجن سے اوپر فی گولی ۱ر اور فیصدی چھ روپے چار آنہ۔ لیکن اخبار الفضل کے حوالہ سے منگوانے والوں کے لئے ایک روپیہ میں پندرہ گولیاں۔ اس سے اوپر فی گولی ار اور فیصدی پانچ روپیہ آٹھ آنہ۔ پرچہ ترکیب استعمال دوائی کے ساتھ بھیجا جائیگا۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجنا چاہیئے۔

ملنے کا پتہ۔ حکیم محمد الدین احمدی۔ گوجرانوالہ۔

تصدیق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ

حکیم صاحب نہایت مخلص اور پرانے احمدی ہیں۔ اور علم طب میں پرانا تجربہ رکھتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول بھی آپکی بعض دوائیوں کو استعمال کرواتے تھے۔ انکی تیار کردہ دوائی پر مجھے اعتماد ہے۔ کہ اخلاص و محبت سے تیار کیگئی ہے۔ خاکسار مرزا محمود احمد

ضروری اطلاع

اخبار فاروق بوجہ پریس کی مشکلات کے کئی ہفتوں سے شائع نہیں ہو سکا۔ اب انشاء اللہ خدا کے فضل سے امید ہے کہ جلد تر یہ مشکل دور ہو کر اخبار خریداران فاروق کے ملاحظہ سے گذریگا۔ خریداران فاروق مطمئن رہیں۔

(قاسم علی ایڈیٹر فاروق قادیان)